اکائی 6 حقوق کے نظریات
Theories of Rights

6.1 تمہید: Introduction

سیاسی فلسفہ میں انسانی حقوق کا نظریہ اس لیے اہم ہے کیوں کہ ان کے بغیر انسان باعزت زندگی نہیں گزار سکتا ہے کیوں کہ انسانیت حریت کی متقاضی ہے اور حریت حقوق کی متقاضی ہے۔ انسانی حقوق کے ہر بحث کا آغاز ایمانویل کانٹ کے اس نکتہ سے ہوتا ہے کہ ''انسانی شخصیت اپنا مقصد آپ ہے، نہ کہ کسی دوسرے مقصد کا وسیلہ'' اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ خودارادیت اور تکمیل ذات کا حق ہر فرد کا فطری حق ہے۔ لیکن اس مقصد کو وہ بذات خود حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے اسے سوسائٹی اور اسٹیٹ کی مدد کی ضرورت ہے انسانی شخصیت کی نشو ونما اور تکمیل کے لیے حقوق اور مواقع لازم ہیں اور ان حقوق و مواقع کو فقط ایک اسٹیٹ یعنی مملکت ہی (چاہے وہ کمیونسٹ نظام ہو یا لبرل نظام ہو) تخلیق کر سکتا ہے۔ لیکن اگر ایک طرف افراد حقوق سماجی فرائض کی ادائیگی سے وابستہ ہیں۔ سوسائٹی کے وجود کے لیے حقوق سماجی فرائض کی ادائیگی سے وابستہ ہیں۔ سوسائٹی کے وجود کے لیے حقوق و فرائض کا نظام ناگزیر ہے کیوں کہ وہ کفالت باہم کے اصول پر کام کرتی ہے۔ حقوق کی ماہیت کے بارے میں لاسکی نے کہا کہ یہ افراد کے وہ دعوے ہیں جنہیں اسٹیٹ تسلیم کر کے قانوناً نافذ کرے۔

عصرِ حاضر میں بنیادی طور پر حقوق کے مطالعہ کے تین بنیادی تناظر یا نقطۂ نظر کی درجہ بندی کی جاتی ہے۔ اس لیے اس خود تدریسی مواد کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اور حقوق کے نظریات کو مکمل طور پر پیش کرنے کے لیے مختلف تناظر کی درجہ بندی کی گئی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

I- لبرل۔انفرادی تناظر (Liberal-Individualist Position)

II- حقوق کا مارکسی نظریہ (Marxist Theory of Rights)

III- انسانی حقوق کے تناظر (Human Rights Position)

یہ نظریاتی تناظر کا توجہ بنیادی طور پر حقوق کی نوعیت و ماہیت کو مختلف نقطہ نظر سے تجزیہ کرنے کے تعلق سے ہے۔ مزید لبرل، انفرادی تناظر کو پانچ مختلف نظریات میں تقسیم کیا گیا ہے۔

انسانی حقوق کی ماہیئت کے بارے میں لبرل۔انفرادی تناظر میں کم از کم پانچ مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1. فطری حقوق کا نظریہ — Theory of Natural Rights
2. قانونی یا ثبوتی حقوق کا نظریہ — Theory of Legal Rights
3. تاریخی نظریہ — Theory of Historical Rights
4. حقوق کا افادی نظریہ اور — Thoery of Social Welfare Rights
5. حقوق کا عینی نظریہ — Idealist Theory of Rights

6.1.1 فطری حقوق (Natural Rights) کا نظریہ:

یہ نظریہ آج سے کوئی ڈھائی ہزار برس پہلے قدیم یونان کے رواقی فلسفیوں نے ایجاد کیا جو شہری ریاستوں میں غلامی کے ادارہ اور سماجی اونچ نیچ کے مخالف تھے۔ یونان سے یہ نظریہ روم پہنچا اور وہاں سے قرون وسطی کے فلسفیوں تک آ پہنچا اور بالآ خر سترھویں اور اٹھارویں صدی کے سماجی، سیاسی، دستوری اور جمہوری انقلابات کی بنیاد بنا۔ صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ Liberty, Equality and Fraternity جیسے سیاسی تصورات و نظریات کو جنم دیا۔ عصر حاضر میں وہ تمام نظریات وتصورات تمام دساتیر، سیاسی نظام اور مختلف سماج کے روح رواں ہیں۔ بغیر اس کے جدید تہذیب وتمدن ادھوری ہے اور انسانی ترقی بھی۔

اس نظریہ کا خلاصہ یہ ہے کہ فطرت ازلی یا فطرت انسانی کی رو سے نفس انسان کو چند ازلی" مطلق اور نا قابل تنسیخ حق عطا کیے گئے ہیں۔ ان میں اہم ترین زندہ رہنے کا حق' آزاد کا حق' جائیداد اور ملکیت کا حق اور فکر وعمل کی آزادی۔ یہ سب انسان کے بدیہی اور مضمرات فی الذات حقوق ہیں۔ ان کے لیے کسی ثبوت یا سند کی ضرورت نہیں۔ ان کو نہ کوئی چھین سکتا ہے نہ ان کو پامال کرسکتا ہے۔ سماجی معاہدہ کے نقطۂ نظر سے حقوق کی حیثیت ازلی اس لیے ہے کہ وہ سوسائٹی اور اسٹیٹ کے وجود میں آنے سے پہلے انسانوں کو حالت فطری میں حاصل تھے۔ انسانوں نے حالت فطری کی خامیوں کو دور کرنے اور اپنے حقوق کی حفاظت کی غرض سے اسٹیٹ یعنی مملکت کی تشکیل کی۔ لہذا یہ فطری حقوق اسٹیٹ کے وجود میں آنے کے بعد بھی یہ جوں کا توں انسانوں کو حاصل ہیں۔ اسٹیٹ کا وظیفہ فقط اتنا ہے کہ وہ انسانی حقوق کی پامالی اور معاہدات کی خلاف ورزی کو روکے۔ صرف اتنا ہی نہیں' بلکہ مملکت ان عناصر کے خلاف قانونی اقدامات اٹھا سکتی ہے۔

اس نظریہ کے خلاف سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس میں فرض کرلیا گیا ہے کہ یہ حقوق انسانوں کو سوسائٹی اور اسٹیٹ کے وجود میں آنے سے پہلے سے حاصل ہے۔ اس تعلق سے مفکرین سماجی معاہدہ کے مختلف افکار' خیالات و اعتراضات ہیں۔ اسی طرح تھامس پائنے(Thomas Paine) اڈمنڈ برک (Edmund Burk)اور ٹی۔ ایچ گرین (T.H. Green) کے مختلف نظریات جیسے Rights of Men ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ انسان کی اپنی انفرادی خوبیوں کو مطمئن انداز میں حصول کرنے کے عمل کو فطری حقوق کہتے ہیں۔ مزید اسی طرح موجودہ دور میں جان لالس (John Rawls) اور رابرٹ ناجک (Robert Nozick) جیسے مفکرین نے حقوق کو انسان سے علاحدہ نہیں کرنے کی وکالت کرتے ہیں۔ کیونکہ رابرٹ ناجک کا ماننا ہے کہ حقوق انسان کی اپنی محنت کا پھل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حقوق وفرائض کا نظام صرف اسٹیٹ کے اندر یعنی مملکت کے دائرے میں ہی کام کرسکتا ہے۔ اسٹیٹ سے باہر ان کا وجود ہرگز ممکن نہیں ہے۔

6.1.2 قانونی حقوق (Legal Rights) کا نظریہ:

قانونی حقوق کے نظریہ کے مطابق حقوق کو صرف اسٹیٹ یعنی مملکت اپنے قانون سے تخلیق کرسکتا ہے۔ اسٹیٹ ہی ان کو قانوناً نافذ کرتا ہے اور اسٹیٹ ہی ان کو برقرار رکھتا ہے۔ اسٹیٹ کے دیے حقوق کو مثبت حقوق (Positive Rights) بھی کہتے ہیں کیوں کہ ان کی پشت پر اسٹیٹ کے قانون کی سند ہے۔ کیوں کہ تھامس جیفرسن(Thomas Jafferson)اور جرمی بنتھم،(Germy Bantham)اور جان اسٹارٹ مل(John Stuart Mill) جیسے مفکرین کے مطابق مملکت یعنی اسٹیٹ ان کو قانونی شکل دیتے ہوئے عملی جامہ پہناتا ہے۔ اس نظریہ کے مطابق فطری حقوق محض افسانہ ہیں اور سارے انسانی حقوق سماجی زندگی کی پیداوار ہیں اور اسٹیٹ کے قانون کی سند سے تسلیم کیے جاتے اور قانون کی طاقت سے ہی نافذ کیے جاتے ہیں جسکو ہم قانون کی بالادستی کہتے ہیں۔ جہاں فطری حقوق کے نظریہ میں سماجی ذمہ داریوں اور انسانی فرائض کا ذکر نہیں ہے وہیں قانونی حقوق کے نظریہ میں کھل کر تسلیم کیا گیا ہے کہ فرد کے حقوق نہ صرف دوسرے افراد کے حقوق سے محدود ہیں بلکہ قانونی فرائض کی ادائیگی سے بھی مشروط ہیں لیکن مطلقاً یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ سارے حقوق صرف اسٹیٹ کے تخلیق کردہ ہیں۔ ان میں سے اکثر حقوق کا سرچشمہ مذہب اور اخلاقیات اور تاریخی روایات اور عوائد ہیں۔ اسٹیٹ انھیں محض قانونی طور سے تسلیم کرتا ہے۔

6.1.3 رواجی حقوق کا نظریہ: (Theory of Customary Rights)

حقوق کے تاریخی نظریہ کے مطابق تمام حقوق رواج (Customs) پر مبنی ہیں جس طرح عوائد پر مبنی قانون کو رواجی قانون کہا جاتا ہے اسی طرح عوائد پر مبنی حقوق کو رواجی (Customary) حقوق کہا جاتا ہے۔ جان آسٹن (John Austin) جیسے مفکر نے اس قسم کے نظریہ کی وکالت کی اور اس نظریہ میں جزوی صداقت اتنی ہے کہ بہت سے رواجی حقوق کو قانون کی سند مل گئی لہذا وہ قابل اجرا ہیں۔ لیکن اس نظریہ کا خاص نقص یہ ہے کہ اگر قرون وسطٰی کے ڈھرہ پر سارے حقوق کو رواج کی پیداوار مانا جائے اور رواج کو ازلی' مقدس اور نا قابل ترمیم مانا جائے تو پھر کسی قانون میں رد و بدل یا ترمیم واصلاح دشوار ہوجائے گی۔

6.1.4 حقوق کا افادی یا فلاحی نظریہ: (Utilitarian and Welfare Theory of Rights)

افادیوں کے نزدیک فطری حقوق کا نظریہ محض حماقت ہے۔ یہ محض استقراری مفادات کو برقرار رکھنے کا وسیلہ ہے۔ افادیت پسند مفکرین جیسے جرمی بنتھم (Germy Bantham)، اور جان اسٹارٹ مل (John Stuart Mill) نے اس کے بجائے افادہ یعنی افراد کی زیادہ سے زیادہ تعداد کی زیادہ سے زیادہ مسرت کو حقوق کا پیمانہ بنایا جائے اس کی وکالت کی۔ اس بنا پر حقوق کی خالص سوسائٹی ہے جو انہیں دعوؤں کو حقوق کا درجہ دیتی ہے جس سے زیادہ سے زیادہ افراد کو اور پورے سماج کو فائدہ پہنچے۔ کسی بھی کیفیت کی افادیت کا تجزیہ' مشاہدہ اور پیمائش سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ اس نظریہ کا نقص یہ ہے کہ اگر خالصتاً عوامی افادہ یا فلاح کو حقوق کی بنیاد بنایا جائے تو اس معیار پر سماجی حقوق کو انفرادی حقوق پر فوقیت دی جاسکتی ہے اور دونوں کے مابین تناقض کی صورت میں انفرادی حقوق کی نفی کی جاسکتی ہے۔ ان تمام منفی اور مثبت پہلوؤں کے مابین تال میل لانے کے لیے بیسویں صدی میں ولیم بیورج (William Beveridge) نے فلاحی مملکت کو عام کرنے کی وکالت کی۔ مزید رابرٹ ڈال (Robert Dahl) اور ڈیوڈ اسٹن (David Easton) جیسے مفکرین نے اس کی تصدیق کی۔

6.1.5 حقوق کا عینی نظریہ (Idealist Theory of Rights)

اس نظریہ کا وکیل انگریزی فلسفی تھامس ہل گرین ہے۔ لیکن وہ ہیگل کی طرح کا آئیڈلیسٹ یعنی عینیت پسند نہیں ہے' بلکہ اس کی آئیڈیلزم اخلاقیت اور حریت پروری کا مجموعہ ہے۔ اس کے مطابق اسٹیٹ ایک آئیڈیل (یعنی مثالی) ادارہ ہے جس کا آئیڈیل مقاصد اپنے ارکان کی شخصیات کی نشوونما اور تکمیل و ترقی کے لیے قانونی حقوق کا ایک نظام برپا کرتا ہے۔ اسی کے لفظوں میں انسانی شخصیت حریت کی طالب ہے۔ حریت حقوق و مواقع کے نظام کی طالب ہے اور حقوق کا نظام ایک آئیڈیل اسٹیٹ کا طالب ہے۔ افراد کا اولین حق اپنی شخصیات کی نشوونما کا حق ہے۔ باقی تمام حقوق اسی سے ماخوذ ہیں اور اسی کے تابع بھی ہیں۔ حریت پروری اور جمہوریت کے نقطۂ نظر سے اس نظریہ کو سب سے زیادہ قابل قدر مانا گیا ہے۔

6.1 شہریوں کے حقوق و فرائض:

ماڈرن اسٹیٹ یعنی جدید مملکت ایک قانونی ادارہ ہونے کے ساتھ ایک اخلاقی ادارہ بھی ہے۔ وہ صرف جزا و سزا کا نظام نہیں' بلکہ انصاف کا سرچشمہ بھی ہے۔ کیونکہ وہ صرف پولیس اسٹیٹ نہیں' بلکہ فلاحی مملکت بھی ہے۔ مملکت کا اخلاقی و بنیادی (نصب العین) اپنے شہریوں کی شخصیات کی نشوونما اور فلاح عام کو فروغ دینے کے لئے ہوتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ شہری حقوق کا ایک نظام برپا کرتی ہے۔ اپنے شہریوں کے حقوق کو وہ کس بنیاد پر وضع کرتی ہے؟ یہ بنیاد اس کا عین العیون یعنی انصاف کا مبدا ہے۔ انصاف (Justice) کیا ہے؟ انصاف حریت' مساوات اور اخوت کی جزوی اخلاقی اقدار کا مجموعہ اور میزان ہے۔ انصاف کا کیا کام ہے؟ انصاف حریت اور مساوات کے مابین اور حریت اور مساوات کی تمام انواع اور شکلوں کے مابین توازن اور ہم آہنگی قائم کرنے کا نظام ہے۔

مزید شہری حقوق کو چار زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1. حریت کے حقوق۔(Freedom and Rights)
2. مساوات کے حقوق۔(Equality and Freedom)
3. نجی مالکیت اور حقوق۔(Private Property and Rights)
4. فلاحی حقوق۔(Welfare and Rights)

6.2.2 حریت کے حقوق:

حریت کے مبدا کو نافذ کرنے کے لیے حریت کی ضرورت ہے۔حریت کے حق کو چار زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(الف) شخصی آزادی۔زندہ رہنے کا حق، تن بدن کی سلامتی کا حق، شخصی آزادی پر بے جا رکاوٹوں سے تحفظ کا حق مثلاً جسمانی اذیت، غیر انسانی سزا بے جا، خلوت و مسکن میں دخل بے جا سے تحفظ اور دفاع نفس کا حق۔مثال کے طور پر ہندوستانی دستور نے اس کو بنیادی حقوق کے زمرے میں درج کیا ہے۔

(ب) شہری آزادی: قانون کے سامنے مساوات کا حق، قانون کی یکساں حفاظت پانے کا حق، قانون کے تحت یکساں مواقع پانے کا حق۔آزادی فکر، آزاد اظہار رائے، آزاد ضمیر و عقیدہ، آزادی کاروبار، آزادی نقل و حرکت، بیرونی سفر اور پناہ گزین کا حق، جلسہ، جلوس کرنے اور انجمن سازی کا حق۔اسٹیٹ کے ناروا برتاؤ اور غیر مشروع قوانی کے خلاف مزاحمت اور شہری نافرمانی کا حق۔

(ج) سیاسی آزادی: ملک کے انتخابات میں ووٹ دینے اور امیدوار ہونے کا حق، سیاسی اور پبلک عہدوں اور ملازمتوں پر انتصاب کا حق، حکام بالا کو شکایات اور عریضہ پیش کرنے کا حق، سیاسی پارٹیاں بنانے اور ان کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا حق، انتخابات میں پرچار کرنے کا حق وغیرہ۔

(د) اقتصادی آزادی: تعلیم پانے کا حق، پیشہ وارنہ تربیت اور شغل پانے کا حق، پیشہ کے انتخاب کا حق، معقول معاوضہ کا حق، معقول شرائط ملازمت کا حق، ٹریڈ یونین کا اور اس میں حصہ لینے کا حق، ہفتہ وار چھٹی پانے کا حق، معقول معیار زندگی اور سماجی تحفظ کا حق۔

6.2.3 مساوات کا حق:(Rights and Equality)

مساوات کے زمرہ میں کم از کم چھے بنیادی حقوق آتے ہیں:

(الف) قانونی مساوات کا حق، یعنی قانون کے سامنے برابر کا درجہ اور برابر کا سلوک پانے کا حق یعنی سب کو بلاتفریق ذات، پات، مذہب، مختلف مکتب فکر کے لوگوں کو ایک نظر سے دیکھتا ہے۔

(ب) قانونی کارروائی میں دوسروں کے برابر سلوک پانے کا حق، قانون کی یکساں حفاظت پانے کا حق اور قانون کے نفاذ میں بلاتفریق عمل میں لانا۔

(ج) ٹیکسوں کی ادائیگی میں تمام کو یکساں حقوق۔

(د) دوسروں کے برابر سماجی مواقع پانے کا حق یعنی مملکت کے سامنے سماج کے ادنیٰ و اعلیٰ طبقات و حصے برابر ہونی چاہئے۔کوئی سماج اونچا یا نچلا نہیں ہو سکتا۔کیونکہ سب کو مملکت میں برابری کا حق ہے۔

(ہ) سرکاری عہدوں، ملازمتوں اور اعزازات میں دوسروں کے برابر حصہ پانے کا حق، بالخصوص بلاتفریق و امتیاز حکومتی اداروں و عہدوں پر ذاتی اہلیت کی بنیاد پر کسی بھی شخص کو عہدہ حاصل کرنے کا حق۔

(و) سیاسی مساوات یعنی ملکی حکومت و سیاست میں دوسروں کے برابر نمائندگی اور شراکت پانے کا حق، بالخصوص مابعد دوسری جنگ عظیم دنیا کے تمام ممالک

جمہوریت کو اپنائے، اور انسانی حقوق کا عالم اعلانیہ کے بعد تمام ممالک اپنے شہریوں کو انفرادی طور پر سیاسی شراکت میں برابر موقع فراہم کیے ہیں۔

(ز) ظلم واستبداد، بدعنوانی وناانصافی کے خلاف پرامن احتجاج، ستیہ گرہ اور شہری نافرمانی کا حق۔

6.2.4 فلاحی حقوق:(Welfare Rights)

جمہوریت کے عروج کے دور میں فلاحی حقوق کی فہرست طویل سے طویل تر ہوتی گئی ہے۔ ان حقوق کی نہ صرف ملکی دستوروں اور قوانین کے ذریعہ ضمانت دی گئی ہے جن کی بنا پر امریکہ اور یورپ کے ممالک فلاحی اسٹیٹ (Welfare State) کہلاتے ہیں، بلکہ ان کو بین الاقوامی طور پر اقوام متحدہ کے اعلانیہ حقوق 1948ء اور میثاق بابت اقتصادی، تہذیبی وسماجی حقوق، 1966ء میں شامل کر کے ان کو پوری عالمی برادری میں نافذ کرنے کے قابل بنایا گیا ہے۔ ان میں اہم ترین یہ ہیں:

(الف) تعلیم وتربیت اور مجبوری میں سرکاری مدد پانے کا حق۔

(ب) لاچاری اور مجبوری میں سرکاری مدد پانے کا حق۔

(ج) معقول روزگار، آمدنی اور مسکن پانے کا حق۔

(د) بے روزگاری، بیماری، معذوری، سبکدوشی اور بزرگ سالی کی صورتوں میں سماجی بیمہ کا حق۔

ان کی پامالی عدلیہ کے نظر ثانی کے دائرے میں آجاتی ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ بین الاقوامی حکومتوں اور اداروں کی تنقید کا نشانہ بھی ہو جاتی ہے۔

6.2.5 شہری فرائض: (Civic Duties)

شہریوں کے فرائض کی بحث کا نقطۂ آغاز یہ ہے کہ اگر ایک طرف اسٹیٹ کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ اپنے شہریوں کی شخصیات کی نشوونما کے لیے حقوق ومواقع کا نظام قائم کرے تو دوسری طرف افراد پر اجتماع کے بھی کچھ حقوق ہیں کیوں کہ انسانی سماج افراد اور طبقات کی کفالت باہم کے اصول پر قائم ہے۔ یعنی افراد اپنے حقوق کو اسی حد تک استعمال کر سکتے ہیں جب تک کہ دوسروں کے حقوق کی پامالی نہ ہوتا کہ دوسرے بھی حقوق سے استفادہ حاصل کرتے ہوئے سماجی فرائض کی ادائیگی کو مضبوط کریں۔ ہر حق کے ساتھ اس سے وابستہ فریضہ بھی ہے۔ سماجی فرائض کی ادائیگی کے بغیر سماجی امن وامان اور یک جہتی وسالمیت خطرہ میں پڑسکتی ہے۔ مثلاً اگر فرد کو روزگار پانے کا حق ہے تو اس کا یہ فرض ہے کہ اپنا ازوقہ اپنی ذات محنت سے کسب کرے نہ کہ دوسروں پر ڈاکہ ڈال کر یا دوسرے ناروا طریقوں سے، اسی طرح اگر بیاہ کرنے اور بچہ پیدا کرنے کا حق ہے تو اس کے ساتھ فیملی کی کفالت اور بچوں کی پرورش کا فریضہ بھی ملزوم ہے۔ اسی طرح جب کبھی نجی مفاد اجتماعی مفاد سے ٹکرائے تو لازم ہے کہ اجتماعی مفاد کو فوقیت دی جائے۔

اکثر جمہوری ملکوں کے دستوروں میں بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے لیکن بنیادی شہری فرائض کا ذکر اس لیے نہیں کیا گیا کہ وہ مسلمہ ہیں اور ان کے لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ چوں کہ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں لوگوں کی بڑی تعداد ناخواندہ ہے شہری فرائض کی اہمیت جتانے کے لیے 1976ء کی ایک دستوری ترمیم کے ذریعہ دفعہ 51-A کے تحت شہریوں کے حسب ذیل بنیادی فرائض عائد کیے گئے ہیں:

(الف) ہندوستانی شہری کا فرض ہوگا کہ وہ دستور کا احترام کرے اور اس کے مقاصد، اداروں اور قومی پرچم کا احترام کرے۔

(ب) ان عظیم ہستیوں، مقاصد اور اقدار کو عزیز رکھے جنہوں نے ہماری آزادی کی قومی جنگ کو سرشار کیا۔

(ج) ہندوستان کی آزادی(Freedom) اور اور اقتدار اعلیٰ(Sovereignty) ' اس کی وحدت(Unity) اور سالمیت(Integrity) کو برقرار رکھے اور ان کی حفاظت کرے۔

(د) ملک کا دفاع کرے اور وقتاً فوقتاً قومی خدمت کے لیے تیار ہو جائے۔

(ہ) مذہب، زبان، علاقہ، اور فرقہ کے اختلافات سے بالاتر ہو کر عوام کے درمیان صلح و آشتی اور بھائی چارہ کے جذبات کو فروغ دے۔

(و) اپنے ملک کی مشترک ثقافت (Composite Culture) کے مالا مال ورثہ کی قدر کرے اور اس کی حفاظت کرے۔

(ز) فطری ماحول خصوصاً جنگلوں، جھیلوں، دریاؤں اور حیوانات کی حفاظت کرے، قدرتی ماحول کو بہتر بنائے اور جانداروں پر رحم کرے۔

(ح) سائنسی مزاج، انسان دوستی، تحقیق و جستجو اور اصلاح کے جذبات کو پروان چڑھائے۔

(ط) املاک عامہ (Public Property) کی حفاظت کرے۔

(ی) انفرادی اور اجتماعی سرگرمیوں کے تمام میدانوں میں امتیاز حاصل کرنے کی کوشش کرے تاکہ قوم سعی و کامرانی کی عظیم تر بلندیوں تک پہنچ سکے۔

II حقوق کا مارکسی نظریہ Marxist Theory of Rights

مملکت اور قانون کے بارے میں مارکسی بنیادی نظریے سے حقوق کا مارکسی نظریہ سامنے آتا ہے۔ مارکس کے نزدیک قانون اور ساتھ ہی ساتھ مملکت ایک تاریخی واقعہ ہے۔ مملکت سماج کی معاشی بنیاد پر بنا ہوا ایک اوپری ڈھانچہ ہے۔ ہر مملکت ایک مملکت کی حیثیت سے برقرار رہنے کے لیے پیداوار کے بعض مستحکم تعلقات کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ قانون مملکت سے نکلتا ہے عام مفادات کی خدمت نہیں کرتا بلکہ سماج کے غالب طبقہ کے مفادات کی تکمیل کرتا ہے۔ مملکت کے قوانین ملکیت رکھنے والے طبقے کے فائدے کے لیے کام کرتے ہیں۔ جاگیردارانہ سماج میں قانون مالکان زمین کی مراعات کی حفاظت کرتا ہے۔ سرمایہ دارانہ سماج میں سرمایہ دار طبقے کی ضرورتیں اور تقاضے قانون کا تعین کرتے ہیں۔ طبقات کا کشمکش مارکسی تصور نے عدم مساوات کے مفروضہ پر قائم ہے۔ سرمایہ دارانہ سماج میں طبقات کے درمیان عدم مساوات ہوتی ہے اور ان کے حقوق اور فرائض یکساں نہیں ہوتے۔ طبقات میں بٹے ہوئے سماج میں مراعات والا طبقہ ہی حقوق سے استفادہ کرتا ہے اور دوسرے حقوق سے محروم رہتے ہیں۔ عام خیال کے برعکس مارکس نے انسان کے حقوق کے نظریے کی تائید کی۔ اس کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس وقت جو سماجی نظام موجود ہے اس میں صرف جائیداد رکھنے والے حکمرانی طبقات حقوق سے استفادہ کرسکتے ہیں جو کہ محکوم طبقات نہیں کر پاتے۔ مارکس کے مخالفین اس نقطہ نظر کو قبول نہیں کرتے وہ محسوس کرتے ہیں کہ مارکسی عدم طبقاتی سماج میں بھی دائرہ کار کا اختلاف رہے گا اور اس طرح حقوق اور فرائض میں فرق باقی رہے گا۔ مارکس نے پرولتاری مملکت کے خلاف افراد کے مطالبات کو قبول نہیں کیا۔ مملکت کے خلاف فرد کے حقوق کے بارے میں انفرادی حقوق کا مارکسی تصور بالکل خاموش ہے۔ (1)

III حقوق انسانی: Human Rights

فطری حقوق، بنیادی حقوق اور انسانی حقوق ایک دوسرے سے جدا یا مختلف نہیں بلکہ ایک ہی کیفیت کے مختلف عنوان ہیں جدید سیاسی نظریہ میں فطری حقوق کی اصطلاح متروک ہے۔ بنیادی حقوق سے مراد وہ انسانی حقوق ہیں جن کی کسی ملک کے دستور میں ضمانت دی جائے۔ وہ اسٹیٹ مشنیری یعنی مملکتی عملے کے ذریعہ قابل اجرا ہیں انسانی حقوق کی اصطلاح وسیع تر ہے کیوں کہ اس میں عالمی سطح پر انسانی حقوق کی فہرستوں میں شامل تمام حقوق شامل ہیں اور دن بدن ان کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے۔ قومی دستور سے ضمانت شدہ حقوق کی طرح انسانی حقوق بھی بین الاقوامی قانون کے تحت ضمانت شدہ ہیں۔ لیکن چوں کہ عالمی برادری کی کوئی مقتدر مرکزی حکومت نہیں جو انہیں نافذ کرسکے۔ لہذا ان کی حیثیت محض سفارشات کی ہے ان کی تنفذ قومی ریاستوں کے عزم و ارادہ پر منحصر ہے۔ انسانوں کے فطری حقوق کی وکالت دو ہزار سال قبل مسیح سے آج تک جاری ہے۔ رواقیوں نے شہری مملکت میں غلامی کے ادارہ کو رد کرکے عالمی انسانی برادری کا تصور دیا۔ رومیوں اور قرون وسطٰی کے فلسفیوں نے استبداد کے خلاف اپنی جنگ میں اسے اپنا حربہ بنایا خواہ وہ میگنا کارٹا (Magna Carta) ہو یا بل آف رائٹس (Bill of Rights)۔ انہیں کی تعلیمات سے متاثر ہوکر انگریز فلسفی جان لاک نے ''زندگی' آزادی اور مالکیت'' (Life, Liberty and Property) کو اپنے حریت پروری کے فلسفہ کی بنیاد بنا کر محدود دستوری حکومت کا نظریہ پیش کیا۔ امریکی انقلابیوں نے لاک کے اسی نظریہ کو اپنے اعلان

(1) ''حقوق کا مارکسی نظریہ'' سیاسیات'' بی۔ اے سال اول کی خود تدریسی مواد: سیاسی نظریے اور ادارے سے لیا گیا ہے۔ اس کا مقصد ایک ترتیب سے تصور اور نظریات کو پیش کرنے کا ہے۔

آزادی (1776ء) میں ان الفاظ کو دہرایا:

''یہ کہ ہم ان صداقتوں کو بس یہی سمجھتے ہیں کہ سارے انسانی مساوی پیدا ہوئے ہیں' یہ کہ خالق کائنات نے انہیں چند ناقابل تنسیخ حقوق عطا کیے ہیں' یہ کہ حکومتیں انہیں (فطری) حقوق کی حفاظت کی غرض سے انسانوں کے درمیان قائم کی جاتی ہیں' یہ کہ وہ اپنے جائز اقتدارات عوام کی رضا سے پاتی ہیں' یہ کہ جب یہ حکومتیں ان حقوق کو پامال کرنے لگیں تو عوام کو حق ہے کہ وہ انہیں بدل ڈالیں اور ان کی جگہ ایسی نئی حکومت ایسے نئے اصولوں پر تشکیل کریں جو ان کی نظر میں ان کی سلامتی اور خوش حالی کے لیے بہتر طور سے کام کر سکے۔''

انسانوں کے جن ازلی اور ناقابل تنسیخ حقوق کا اثبات (1776ء) کے امریکی اعلان میں کیا گیا تھا وہ یہ ہیں کہ انسان کو زندہ رہنے کا حق' آزادی کا حق اور خوش حالی کی تلاش کا حق حاصل ہیں۔ 1791ء میں امریکی دستور کی پہلی دس ترمیمات کے ذریعہ ان بنیادی حقوق کی ضمانیت دی گئی۔ اس دستور کی پانچویں اور چودھویں ترمیمات بالترتیب وفاقی (Fedral) اور ریاستی حکومتوں کو پابند کرتی ہیں وہ قانون کے واجب عمل (Due Process of Law) کے بغیر کسی شخص کو اس کی زندگی' آزادی اور جائیداد سے محروم نہ کریں۔

جدید مملکت کو جمہوری کردار دینے میں 1789ء کے انقلاب فرانس کا بڑا اہم کردار ہے۔ اس انقلاب میں فرانس کے جمہوریت خواہ' متوسط طبقہ نے بادشاہت' جاگیردار' امراء اور اشراف کو اقتدار سے بے دخل کیا۔ انقلابی فرانس کی پہلی قومی اسمبلی نے 26 اگست 1789ء کو ''انسانی اور شہری حقوق کا اعلانیہ'' جاری کیا جو باقی دنیا کے لیے مثال بن گیا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ سیاسی نظریات میں اس اعلان کو سنہری الفاظ میں درج کیا جاتا ہے۔ مزید وہ 1858ء تک کے ہر فرانسیسی دستور کا روح رواں رہا ہے۔ اس اعلامیہ کی دفعات مندرجہ ذیل ہیں:

1- تمام انسان آزاد پیدا ہوئے ہیں' آزاد ہیں اور سب مساوی حقوق کے حامل ہیں۔ تمام سماجی امتیازات ناقابل قبول ہیں کیونکہ سماج میں کوئی انسان انفرادی اہلیت کی بنیاد پر امتیازی سلوک نہیں کر سکتا' لیکن آزاد مملکت میں کسی بھی انسان کو اسکی اہلیت کی بنیاد پر مخصوص حقوق و مواقع پانے کا حق حاصل ہوتا ہے' اس حد تک کہ وہ اجتماعی بہبود کے حق میں ہوں۔

2- سیاسی انجمن (مملکت) کی طرف سے انسانوں کے فطری اور ایسے حقوق جسکو ہم انگریزی میں (Indispensable Rights) کہتے ہیں۔ وہ یہ ہے' آزادی نفس' نجی ملکیت (Property)' انسانی نفس کی حرمت اور ظلم کے خلاف مزاحمت کے حقوق کی حفاظت کرنا ہے۔

3- اقتدار و حاکمیت کا سرچشمہ لازماً پوری قوم یعنی Popular Sovereignty ہے۔ لہذا کوئی فرد یا گروہ اس وقت تک کسی قسم کے اقتدار کو استعمال کرنے کا مجاز نہیں رکھ سکتا جب تک وہ عوام سے تصدیق نہیں پاتا اور وہ اقتدار اس کو فلاح عامہ کیلئے نہ ہو۔

4- آزادی سے مراد وہ سب کچھ کرنے کا حق ہے جس سے دوسروں کو ضرر نہ پہنچے۔ اس طور ہر شخص کے فطری حقوق فقط اس ضرورت سے محدود ہیں کہ دوسرے بھی مساوی آزادی کے مستحق ہیں۔ ان حقوق کو فقط قانون طے کرے گا کہ شخصی آزادی پر کیا حدود اور کتنی پابندیاں عائد کی جائیں۔

5- قانون فقط ان اعمال کو ممنوع کر سکتا ہے جو سماج کے لیے مضر ہوں۔ جس عمل کو قانون نے ممنوع نہیں کیا اس سے روکا نہیں جا سکتا' نہ کسی کو کسی ایسے عمل کے کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے جس کا قانون خصوصاً حکم نہیں دیتا۔

6- قانون مشیئت عامہ کا علمی اظہار ہے۔ تمام شہریوں کو بذات خود یا اپنے نمائندوں کے وسیلہ سے قانون گزاری کے عمل میں شرکت کا حق ہے۔ قانون اس طور پر مرتب کیا جائے کہ وہ کاملاً بے طرفی سے کام کرے۔ چوں کہ تمام لوگ قانون کی نظر میں مساوی ہیں لہذا تمام افراد

اپنی صلاحیتوں کے مطابق تمام سرکاری منصوبوں اور عہدوں کے لیے برابر کے اہل ہیں۔

7- کسی شخص کو اس وقت تک مجرم نہیں قرار دیا جائے گا نہ اسے گرفتار کیا یا محبوس کیا جا سکتا ہے جب تک وہ کسی جرم کا ارتکاب نہ کرے جو قانوناً متعین ہوا ور تا آن کہ اس کا جرم باضابطہ قانونی کارروائی سے ثابت نہ ہو جائے۔

8- قانون کے تحت فقط اتنی تعزیرات نافذ کی جا سکتی ہیں۔ جتنی کہ بظاہر ضروری ہوں۔ اگر کوئی قانون ارتکاب جرم کے بعد وضع کیا گیا تو اس کے تحت دی گئی۔ سزا غیر قانونی ہوگی۔

9- ہر شخص کو اس وقت تک معصوم مانا جائے گا جب تک اس کا جرم قانوناً ثابت نہ ہو جائے۔ اگر اس کی گرفتاری اور محبوسی ضروری ہے تو فقط اتنی طاقت کا استعمال جائز ہے جتنی اس کو گرفت میں لانے کے لیے ضروری ہو۔ مزید اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ جب تک عدلیہ کسی کے جرم کو ثابت کر کے سزا عائد نہیں کرتی تب تک کوئی کسی شخص کی آزادی کو ہٹا نہیں سکتا۔

10- کسی شخص کو اس کے ذاتی نظریات اور مذہبی عقائد کی بنا پر رکاوٹیں عائد نہیں کر سکتے جب تک بشرطیکہ وہ اپنے اظہار خیال سے نقص امن کا مرتکب نہ ہوا ہو۔

11- آزاد افکار کا آزادانہ تبادلہ اور ترسیل بیش قیمت انسانی حقوق میں سے ایک ہے لہذا ہر شہری کو زبان وقلم سے اپنے خیالات کے اظہار اور اشاعت کی پوری آزادی ہے۔ بشرطیکہ وہ قانون کے تحت متعین اپنی آزادی کی حدود کو تسلیم کرے۔

12- انسانی اور شہری حقوق کی حفاظت کے لیے کسی نہ کسی شکل میں فوج اور پولیس کی طاقت رکھنا ضروری ہے۔ لیکن اس طاقت کو عوام کے فائدہ نہ کہ حکام کے مخصوص مفادات کی تکمیل کے لیے استعمال کیا جانا چاہیے۔

13- پولس فورس کے بندوبست اور انتظامی اخراجات کے لیے ٹیکوں کا لگانا ناگزیر ہے۔ لہذا یہ کام شہریوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے نجی وسائل کے مطابق برابر ان کا بوجھ اٹھائیں۔

14- تمام شہریوں کا حق ہے کہ وہ بذات خود یا اپنے نمائندوں کے وسیلہ سے حکومت کی مالی ضروریات کو متعین کرنے میں شریک ہوں اور ٹیکس کی تجاویز کو منظور کریں۔ سرکاری رقوم کے تصرف اور خرچ کی اجازت دینا بھی انہیں کا حق ہے۔

15- سوسائٹی کو حق ہے کہ وہ ہر سرکاری افسر کی کارکردگی کا جائزہ (Inspection) کرے۔

16- وہ سماج جہاں انسانی حقوق کی ضمانت اور اقتدارات حکومت کی تفریق مفقود ہے وہ سماج دستور و قانون سے عاری ہے۔

17- چوں کہ نجی ملکیت کا حق مقدس اور ناقابل پامالی ہے لہذا کسی کو بھی اس کی پراپرٹی سے اس وقت تک محروم نہیں کیا جا سکتا جب تک اس قسم کی کارروائی کو قانوناً ''مفاد عام کے لیے ناگزیر نہ قرار دیا جائے"۔

انیسویں صدی سے پہلے حرب وضرب میں انسانی حقوق کی پامالی کا مسئلہ کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ پہلی بار 1864ء میں میثاق جینوا (Geneva Convention) پر دستخط ہوئے جس کا تعلق جنگ زدہ انسانوں کو راحت رسانی سے ہے۔ اس کے بعد 1899ء میں پہلی ہیگ امن کانفرنس نے انسانی حقوق کے دو میثاق جاری کیے جس کی وجہ سے 1883ء میں میثاق جینوا کی دفعات پر عمل درآمد کی غرض سے انجمن صلیب احمر (Red Cross Society) کی تشکیل ہوئی تھی جس کا صدر مقام جینوا ہے۔ 1949ء میں 1864ء کے میثاق جینوا کی تجدید اقوام متحدہ کے زیر اہتمام چار میثاقہائے جینوا پر دستخط سے کی گئی۔ پہلے میثاق کا تعلق میدان جنگ میں زخمیوں اور معذوروں کو راحت رسانی اور ان کی دیکھ بھال اور ان کی وطن کو واپسی سے ہے۔ تیسرے کا تعلق جنگی قیدیوں کی دیکھ بھال اور ان کی وطن کو واپسی سے اور چوتھے کا تعلق دوران جنگ شہری آبادی کا تحفظ سے ہے۔ مزید ان کی پامالی عالمی امن کے خلاف ورزی مانی جاتی ہے۔

پہلی عالمی جنگ کے بعد انسانیت کش جرائم (Crime against humanity) کے تصور نے جنم لیا۔ 1919ء کے معاہدہ ورسائی (Treaty of Versailles) میں جنگی جرائم کے ارتکاب کے لیے متحارب ریاستوں کی مسئولیت کے بجائے ان جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کی شخصی شمولیت کا اصول قائم کیا گیا۔ اسی کے مطابق دوسری عالمی جنگ کے بعد نازی اور جاپانی جنگی مجرموں کے خلاف مقدمات کی سماعت کے لیے 1945ء میں نیورمبرک اور ٹوکیو میں اقوام متحدہ کے زیر اہتمام جنگی جرائم کے ٹرابیونل قائم کیے گئے۔ جنھوں نے مجرموں کو سزا دی۔ 1947ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے نسل کشی مخالف میثاق (Anti Genocide Convention) جاری کی جس کے تحت نسل کشی کے واقعات کی جبری سماعت کا حق بین الاقوامی عدالت کو اور بین الاقوامی تعزیری عدالت کو حاصل ہے۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد انسانی حقوق کو آزادی، مساوات اور انصاف پر مبنی نئے عالمی نظام کا لازمی عنصر تسلیم کیا گیا۔ اب انسانی حقوق کی حفاظت صرف قومی مسئلہ نہ رہا بلکہ عالمی مسئلہ بن گیا اور اسے 1945ء میں اقوام متحدہ کے چارٹر کے بنیادی مقاصد میں شامل کیا گیا۔ اس ہدف کی تکمیل کے لیے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 10 دسمبر 1948ء کو حقوق انسانی کا عالمی اعلان (Universal Declaration of Human Rights) جاری کیا۔ اس اعلان کا مقصد یہ ہے کہ تمام اقوام عالم اس عالمی اعلان کی روشنی میں تعلیم اور پرچار کے فیصلہ انسانی حقوق کی اشاعت کریں اور قومی اور بین الاقوامی تدابیر اور اقدامات کے ذریعہ عالمی پیمانہ پر ان کے احترام کو یقینی بنائیں اس اعلان پر اقوام متحدہ کے اکثر ممالک دستخط کر چکے ہیں اور وہ بین الاقوامی قانون کا جزو ہے۔ بعد میں اس اعلان کے Complement کے طور پر اقوام متحدہ دو نئے عہد نامے 1966ء میں جاری کیے: (1) شہری اور سیاسی حقوق کا عہدہ نامہ اور (2) اقتصادی، اجتماعی اور ثقافتی حقوق کا عہد نامہ۔ اس قبیل کے دوسرے مواثیق میں 1966ء کا نسلی تعصب (Racial Discrimination) کے ازلہ کا میثاق، 1969ء کا عورتوں کے خلاف تعصب کا ازالہ کا میثاق، 1984ء کا اذیت رسانی (Torture) کے خلاف میثاق اور 1989ء کا بچوں سے متعلق میثاق قابل ذکر ہیں۔ اس طرح کے بین الاقوامی سطح کے اقدامات کی وجہ سے حقوق کے نظریات کے دائرے کی توسیع ہوئی ہے۔

حالیہ برسوں میں انسانی حقوق اور آزادیوں کی فہرست لگاتار طویل سے طویل ہوتی گئی ہے۔ اگرچہ ان معاہدات کی حیثیت بین الاقوامی قانون کی ہے اور ان پر دستخط کرنے والے ملکوں کا فرض ہے کہ وہ انہیں اپنے علاقہ میں قانوناً نافذ کریں چوں کہ قومی حکومتیں اقتدار اعلیٰ پر مبنی ہیں لہذا ان کے اور بین الاقوامی سطح کے اداروں کے مابین طرز فکر کے تنازعات ہو سکتے ہیں۔ چوں کہ بین الاقوامی برادری کی کوئی مقتدر مرکزی حکومت بین الاقوامی قانون کو نافذ کرنے والی نہیں اور جن قومی حکومتیں اس معاملہ میں اجرائی قدرت رکھتی ہیں لہذا انسانی حقوق کا احترام بڑھا نہیں بلکہ ان کی خلاف ورزی میں اضافہ ہوا ہے۔ اس صورت میں بین الاقوامی معاہدات کی حیثیت اخلاقی ضابطہ یا عملی ہدایت نامہ سے زیادہ کی نہیں ہے۔

بین الاقوامی پیمانہ پر انسانی حقوق کی خلاف ورزی کو روکنے کے لیے اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی کونسل 15 مارچ 2006ء کو تشکیل کی گئی۔ اس کے 47 ارکان کو اقوام متحدہ کے 192 رکن ممالک اپنے مستقیم ووٹ سے تین سال کی میعاد کے لیے چنتے ہیں۔ یہ کونسل ہر سال تین بار اپنا اجلاس رکن ملکوں میں انسانی حقوق کی صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے کرتی ہے۔ کسی ملک میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی ثابت ہونے پر یہ کونسل اپنی دو تہائی کی اکثریت کے ووٹ سے اس ملک کو کونسل کی رکنیت سے معطل کر سکتی ہے۔

نمونہ امتحانی سوالات:

حسب ذیل کے ہر سوال کا جواب تیس سطروں میں دیجیے۔

1. حقوق کے مختلف نظریات کیا ہیں؟ جائزہ لیجیے۔
2. مارکسی نظریۂ حقوق پر روشنی ڈالیے۔

3. نظریہ شہری حقوق کیا ہے؟ بحث کیجیے۔

4. دستور ہند میں درج شہریوں کے بنیادی فرائض کو گنایے۔

5. بین الاقوامی سطح پر انسانی حقوق کی حفاظت کا کیا بندوبست کیا گیا ہے؟ بیان کیجیے۔

مندرجہ ذیل سوالوں کے جوابات دس سطروں میں دیجیے۔

1. حقوق کا لبرل تصور کیا ہے؟ روشنی ڈالیے۔

2. ثبوتی یا قانونی نظریہ کی تشریح کیجیے۔

3. حقوق کے عینی نظریہ پر روشنی ڈالیے۔

4. حقوق کا افادی یا فلاحی نظریہ پر ایک نوٹ لکھیے۔

5. نظریۂ رواجی حقوق بیان کیجیے۔

حوالہ جات(Reference Books)

1. A.C. Kapur, (1997 and Reprints in 2014) Principles of Political Science, New Delhi S. Chand & Co.
2. Hoveyda Abbas and Ranajay Kumar Political Theory.
3. Mahajans, V.D., (2005) Political Theory: (Principles of Political Science), New Delhi S. Chand & Co.
4. O.P. Gouba (2003) An Introduction to Political Theory. New Delhi. Mc. Millon Publishers
5. Eddy Asirvatham and Mishra K.K. (2012) Political Theory, New Delhi S. Chand & Co.
6. Amal Ray and Bhattacharya, (1968) Political Theory, Ideas, and Institutions, Calcutta World Press.
7. Appadora: Substance of Politics.
8. Vijapur A.P. (1996), The United Nations at Fifty: Studies in Human Rights, New Delhi, South Asian Publishers.
9. Vijapur A.P. Human Rights in International Relations. New Delhi Manak Publishers.